اخبار امت

مسلم سنجق سربوں کے قبضے میں

محمد ظہیرالدین بھٹی

سنجق خطہ بلقان میں مسلم اکثریت کا علاقہ ہے۔ اسلام یہاں سلطان محمد الفاتح کے دور میں آیا۔ چودھویں صدی کے نصف میں بوسنیا ہرزی گووینا کو فتح کرنے سے پہلے ہی یہاں اسلام پہنچ چکا تھا۔ سنجق پانچ سو سال تک خلافت عثمانیہ کے ماتحت رہا اور بوسنیا ہرزی گووینا کا حصہ رہا۔ ۱۸۷۸ء میں سنجق کو' قرارداد برلن کی رو سے' بوسنیا ہرزی گووینا سے الگ کر دیا گیا۔ عثمانی اقتدار کا خاتمہ ہوا اور بوسنیا ہرزی گووینا کو آسٹریا کی عمل داری میں دے دیا گیا' جب کہ صوبہ سنجق کو سربوں کے حوالے کر دیا گیا۔ سرب تو پورے بوسنیا ہرزی گووینا کو اپنی تحویل میں لینے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد سربوں کی یہ تمنا بر آئی۔ دوسری عالمی جنگ کے خاتمے کے بعد' سنجق کو سربیا اور جبل اسود میں تقسیم کر دیا گیا۔ یہ چھ جمہوریتیں یوگوسلاویہ کے وفاق میں شامل تھیں یعنی کروشیا' سلووینیا' مقدونیا' سربیا' بوسنیا ہرزی گووینا اور جبل اسود۔ سنجق کو جمہوریہ نہ بننے دیا گیا اور کوسووا کی طرح' اس پر بھی سربیا نے اپنا تسلط قائم رکھا۔

سنجق میں بوسنی الاصل مسلم قوم کے افراد کی تعداد ۴ لاکھ سے زائد ہے۔ یہ جمہوریہ سلووینیا کی آبادی سے زیادہ ہے۔ سربیا' یہاں سے اسلام اور مسلمانوں کو ایک پالیسی کے تحت ختم کر رہا ہے۔ افسوس کہ عالم اسلام' سنجق کی جغرافیائی اہمیت اور جنگی حکمت عملی کا اہم مقام ہونے کی حیثیت سے غافل ہے۔

سنجق کے مسلمانوں کو جبری نقل مکانی اور طرح طرح کی سختیوں اور مظالم کا سامنا ہے۔ دونوں عالمی جنگوں کے دوران اور ۶۰ کے عشرے میں مسلمانوں کو سنجق سے جبراً نکالا گیا۔ اس وقت ایک لاکھ مسلمانوں نے ہجرت کی۔ ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۵ء کے دوران ۷۰ ہزار مسلمانوں کو یہاں سے جبراً نکالا گیا تاکہ ان کی جگہ سربوں کو آباد کیا جائے۔ ان میں سے زیادہ تر سرحدی پٹی یعنی دریائے ڈرنیا کے پاس رہنے والے تھے۔ ترکی میں بوسنیائی اور سنجق مسلمانوں کی تعداد ۴۰ لاکھ سے زیادہ ہے' ان میں سے کم از کم نصف سنجق سے تعلق رکھتے ہیں۔ سرب' بوسنیا اور سنجق کے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے دور رکھنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔

موجودہ حالات میں کوئی بھی سربوں کے خلاف مسلح جدوجہد کرنے کا سوچ نہیں سکتا۔ مسلمانان سنجق عملاً گویا فوجی بارکوں میں رہ رہے ہیں۔ ۱۲ ہزار مسلح افواج نے ان کا محاصرہ کر رکھا ہے جنھیں ۴ سو سے زائد ٹینکوں کی مدد حاصل ہے۔

یہ تو تھی سنجق کی داخلی صورت حال۔ جہاں تک سنجق کا باہر کی دنیا سے رابطے کا معاملہ ہے، وہاں کے حالات کی بھنک بھی باہر نہیں پڑتی۔ سنجق مسلمانوں کے گرد خوفناک آہنی ابلاغی حصار قائم ہے۔

مہاجر سنجق، مادر وطن کو نہیں بھولے، جہاں اب بھی ان کے کئی عزیز رہتے ہیں۔ کئی سنجق نوجوان بوسنیا کی فوج میں ملازم ہیں، بوسنیا کے سیاسی راہنما ہیں۔ ان میں نمایاں ترین بوسنیا کے وفاقی صدر ڈاکٹر ایوب جانیچ ہیں جن کا تعلق ڈیموکریٹک اسلامک لیبرپارٹی سے ہے۔ سنجق میں ممتاز مسلم قائدین میں سے ایک محترم محمد زوکاریچ ہیں، انھیں جدید و قدیم علوم پر عبور ہے، وہ مسلمانوں کو نقل مکانی سے منع کرتے ہیں تاکہ سنجق میں مسلمانوں کا تشخص برقرار رہے۔

اسلامی سرگرمیاں: سنجق میں، کیمونسٹ دور حکومت کے آثار بہت گہرے ہیں۔ اب تک ان کی چھاپ ہے۔ سنجق گویا دہریت، الحاد اور بے دینی کے سمندر میں ایمان کا جزیرہ ہے۔ یہ بات خوش آیند ہے کہ سنجق نوجوانوں میں اسلامی شعور تیزی سے بیدار ہو رہا ہے۔ مسجدیں نوجوانوں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات سے بھری ہوتی ہیں۔ یہی بات سربوں کے سینے پر سانپ بن کر لوٹتی ہے۔ وہ مسلم نوجوانوں کو، اسکولوں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے ورغلا کر، اسلام سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔

مجلس اسلامی کے زیر اہتمام، سنجق میں ۸۲ مساجد ہیں۔ ہر مسجد میں ایک اور کچھ میں دو امام مقرر ہیں۔ مجلس اسلامی ۲۰۰ نئی مساجد تعمیر کرنا چاہتی ہے۔ یہ مساجد غریب و نادار مسلمانوں کے اخراجات سے تعمیر ہوں گی۔ اس سے مسلمانوں کی ذاتی خود کفالت اور اپنے تشخص کو برقرار رکھنے کی سعی کی عکاسی ہوتی ہے۔

مجلس اسلامی نے ۱۹۸۹ء میں ایک سیکنڈری اسکول کی بنیاد رکھی۔ یہ اب تک چل رہا ہے اور اس سے سیکڑوں طلبہ فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔ تاہم اسے سخت مالی مشکلات اور سرب حکام کی مخالفت کا سامنا ہے۔ مجلس اسلامی تعلیمی سرگرمیوں میں حائل رکاوٹوں کا بڑی پامردی سے مقابلہ کر رہی ہے۔ اس لیے وہ مسلم طلبہ کو، عالم اسلام کے مدارس، اداروں اور کالجوں میں بھیج رہی ہے۔ اب یہ ذمہ داری عالم اسلام کی یونی ورسٹیوں کی ہے کہ وہ اپنے اس فریضے کو کس طرح سرانجام دیتی ہیں۔

سنجق اسلامی آثار سے مالا مال تھا مگر ترکوں کے یہاں سے انخلا اور سربوں کے قبضے کے بعد اسلامی آثار کو ملیامیٹ کر دیا گیا۔ زیادہ تر مساجد منہدم کر دی گئیں۔ ان میں نمایاں ترین "اوطون عالم" یعنی سنہری مسجد تھی۔ اسے فن تعمیر کا شاہکار سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح لیک جامع اور جامع تیفنک اور بہت سی مساجد اور

خانقاہوں اور مدارس کو گرا دیا گیا۔

ذرائع ابلاغ کا مسموم پروپیگنڈا: سنجق میں اسلام اور مسلمانوں کو سربوں کی طرف سے زبردست مخالفانہ پروپیگنڈے کا سامنا ہے۔ سربوں نے سنجق مسلمانوں کو ان کے ماضی سے کاٹ کر، اپنے وجود میں ضم کرنے کی بہت کوشش کی ہے۔ مسلمانوں کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ وہ دراصل سرب ہیں مگر مسلمان ہو گئے ہیں۔ اسلام کو سیاسی، سماجی اور فکری سطح پر نہایت ہی بدنما اور مسخ شدہ صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ فکری سطح پر اسلام کو بدنام کرنے کے لیے، سرب ذرائع ابلاغ، اسلامی احکام خصوصاً حدود کو سنگ دلی کا مظہر اور انسانی حقوق کے منافی قرار دیتے ہیں۔ سرب ذرائع، خلاف اسلام لٹریچر کو مسلمانوں میں پھیلاتے ہیں جیسے سلمان رشدی مرتد کی کتاب اور مسیحی ناول نگار جرجی زیدان کی کتابیں وغیرہ۔ مسلمانوں کے بارے میں یہ تصور دیا جاتا ہے کہ یہ غیر مستحکم معاشروں کا مجموعہ ہے جو نہ ختم ہونے والی خانہ جنگیوں میں مبتلا ہے۔ اس پروپیگنڈے کا مقصد سنجق مسلمانوں کو مایوس کرنا اور انھیں یہ احساس دلانا ہے کہ وہ ایک پسماندہ منقسم قوم کے افراد ہیں۔ ان کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ ترقی یافتہ یورپی ملک سربیا کے زیرنگین رہیں۔

سرب حکام مسلمانوں کو اپنے ذرائع نشرو ابلاغ قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتے، نہ ہی سرب اخبارات و جرائد مسلمانوں کے ردعمل کو اپنے صفحات میں جگہ دیتے ہیں۔ مسلمان اپنی بات مسجدوں میں کہہ سکتے ہیں یا گھروں میں منعقد ہونے والی محفلوں میں۔ مساجد بھی سخت سرب سیکورٹی کی نظروں میں رہتی ہیں۔

اقتصادی مظالم: جنگ کوسووا کے بعد مسلمانوں کو نفرت و عداوت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، ان کے خلاف اقتصادی اقدامات کیے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی بہترین زرعی اراضی میں سے ۲ ہزار ۳ سو ۵۰ ہیکٹر اراضی پر سرب حکام نے قبضہ کر لیا ہے۔ فیکٹریوں میں کام کرنے والے ۱۵ ہزار مسلم کارکنوں کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو نادار و مفلس بنانے کے لیے اور انھیں سنجق سے بے دخل ہونے پر مجبور کرنے کے لیے ان پر بہت سے ٹیکس عائد کیے گئے ہیں۔ مسلمانوں کی دکانوں اور ان میں پڑے مال پر قبضہ کر لیا جاتا ہے۔ ناٹو نے جب سربوں کے خلاف فضائی حملے شروع کیے تو سربوں نے سنجقی مسلمانوں پر ناروا سختیاں کیں اور مسلمانوں کے مال مویشی، بھیڑبکریاں اور گائے رات کے وقت چوری کر لیتے یا دن کے وقت زبردستی چھین لیتے۔ سرب، مسلمانوں کو روٹی کی فکر تک محدود کر دینا چاہتے ہیں۔ لہٰذا جو بھی مسلمان اپنا ذاتی کاروبار کرنا چاہتا ہے، تجارت، زراعت یا صنعت آزادانہ طور پر کرنا چاہتا ہے، اس کا اقتصادی طور پر ناطقہ بند کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ دستکاریوں کی بھی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔

سیاسی حقوق کی خلاف ورزی: سنجق کے مسلمانوں نے ۱۹۹۲ء میں، انتخابات میں، ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی حمایت کی اور ڈاکٹر سلیمان اوبلانچ کی زیر قیادت، پارلیمنٹ میں تین نشستیں جیتیں، جب کہ جبل

اسود کی پارلیمنٹ میں آٹھ سیٹیں حاصل کیں۔ سنجق کا علاقہ سربیا اور جبل اسود کے مابین منقسم ہے۔ جب بوسنیا کے مسلمانوں پر سربوں نے بے پناہ مظالم ڈھائے تو مقبوضہ سنجق کے مسلمانوں کی قیادت نے دونوں پارلیمنٹوں کی اپنی نشستوں سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا۔ بوسنیا کے مسلمانوں کے ساتھ اظہار یک جہتی کے لیے مسلم قیادت کے اس فیصلے کے ردعمل میں سرب حکام نے، ڈاکٹر سلیمان کو سنجق سے نکال دیا اور باقی مسلم رہنماؤں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ یہ اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلم لیڈر جن کی تعداد ۲۷ ہے، ابھی تک جیلوں میں بند ہیں۔ حیرت ہے کہ بے گناہ مسلمان رہنماؤں کی اس قیدوبند کے خلاف اقوام متحدہ نے لب کشائی کی ہے نہ حقوق انسانی کی محافظ تنظیموں کی رگ حمیت پھڑکی ہے، اور نہ عالمی ذرائع ابلاغ نے اس کا تذکرہ کرنا مناسب سمجھا ہے۔

تعلیمی تشدد: سنجق میں اسکول بہت ہیں مگر ان اسکولوں کا نصاب اور تدریسی عملہ سب خالص سرب ہے۔ پہلے نصاب پر کمیونزم افکار حاوی تھے مگر اب نصاب میں مسیحی عقائد و نظریات کا غلبہ ہے۔ مسلمان بچوں کو مسیحی رسوم اور مسیحی مذہب کے پیریڈ میں شرکت پر مجبور کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ سرکاری اسکولوں میں، اپنے بچوں کو دین اسلام کی تعلیم دے سکیں۔ سنجق کے مسلمان اپنے بچوں کے عقائد کو درپیش اس ظالمانہ اقدام کے خلاف فیصلہ کرنے میں ابھی تک متردد ہیں۔ ان کے پاس تین اختیارات ہیں۔ اول یہ کہ اپنے بچوں کو سرکاری اسکولوں میں داخل نہ کروائیں۔ نتیجتاً ان کے بچے تعلیم سے محروم رہ جائیں۔ سرب بھی یہی چاہتے ہیں کہ مسلمان تعلیم سے محروم رہیں۔ دوم یہ کہ اپنے پرائیویٹ اسکول قائم کریں مگر اس میں مالی بے بسی حائل ہے، نیز سرب استعمار کا اس بارے میں موقف بہت سخت ہے۔ سوم یہ کہ مسلمان مزاحمت کریں مگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

سنجق کے چار لاکھ مسلم باشندوں کے وجود کو نظرانداز کرتے ہوئے، انھیں اعلیٰ تعلیمی سہولتوں سے عمداً محروم رکھا گیا ہے۔ پورے سنجق میں کوئی کالج ہے نہ یونی ورسٹی۔ حالانکہ سربوں کے اپنے، سنجق جتنی آبادی کے علاقوں میں بہت سی یونی ورسٹیاں اور کالج قائم ہیں۔ اس ظالمانہ اقدام سے سرب حکام کے دو مقاصد ہیں: (۱) مسلمان سربوں کے مقابلے میں تعلیمی لحاظ سے پست رہیں اور ان کا تعلیمی معیار کم رہے۔ (۲) مسلمانوں کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے سرب اکثریت کے علاقے میں جانا پڑے تاکہ وہ وہاں آرتھوڈکس مسیحی ماحول میں رہ کر تعلیم حاصل کریں۔ یوں مسلمان طلبہ کے عقائد کو ڈگمگایا جا سکے۔

آخر میں عالم اسلام سے درخواست ہے کہ وہ سنجق مسلمانوں کو ہرگز فراموش نہ کریں۔ انھیں عظیم امت اسلامیہ کا حصہ سمجھ کر ان کی جانب دست تعاون بڑھائیں۔ سنجق مسلمان صدقہ و خیرات نہیں چاہتے، انھیں اپنے مسلمان بھائیوں کی حمایت و تائید اور دعائیں درکار ہیں۔